Al-Azhār

ISSN (Print): 2519-6707

Volume 7, Issue 2(July- December, 2021)

Issue:http: http: //www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/17

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/251

Article DOI: https://doi.org/10.46896/alazhr.v7i02.251

Title A detail Analytical Review of Byzantine Social and Army system.

Author (s): Rifat Ullah

Received on: 29 July, 2021

Accepted on: 29 November, 2021

Published on: 25 December, 2021

Citation: Rifat Ullah "'A detail Analytical Review of Byzantine Social and Army system," Al-Azhār: 7 no, 2 (2021): 89-98

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

بازنطینی سلطنت کے معاشرتی وفوجی نظام کا تفصیلی جائزہ

A detail Analytical Review of Byzantine Social and Army system.

*رفعت اللہ

Abstract

The Byzantine state came into being in 330 AD. It was a civilized, theological and superpower state. In that dynasty the Byzantine was related to Christianity, which played a pivotal role in the preaching, stability, and enforcement of Christianity. The church becomes a strong organization as supported by the state. They had their own laws, courts, police and economic system. There was their own social classes system. They had their different Social classes system with specific jobs and duties. Nobody had the right to change his class. In the era of byzantine there was a strong armed forces system. These armed forces follow old Roman principles. They had enough power to defeat their enemies and protect their territory from Sassanid, different tribes and invaders of Muslims .This article encompass the introduction of the Byzantine state, Military, and their Social system.

Keywords: Byzantine, Christianity, Social Classes, Army,

*پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ مطالعات سیرت، جامعہ پشاور۔

تعارف:

بازنطیم ایک پرانا یونانی[1] شہر تھا۔روم جب معاشی اور سیاسی طور پر دوسری اور تیسری صدی میں زوال کا شکار ہوا۔تو استحکام ریاست کی خاطر روم کو دو حصوں مغربی اور مشرقی روم میں تقسیم کر دیا گیا۔چوتھی صدی کے ربع اول میں قسطنطین اعظم نے دارالخلافہ روم سے بازنطین منتقل کر دیا۔[2] جس سے مشرقی رومی ریاست، بازنطینی ریاست کہلائی۔یہ دارالخلافہ انتظام ریاست یعنی جغرافیائی، حربی، اور اقتصادی لحاظ سے کئی فوائد کا حامل تھا۔جو آبنائے باسفورس پر واقع تھا، جہاں یورپ اورایشیاء ملتے ہیں۔اس کے جنوب میں مشرقی یورپ، ایشیائے کوچک، شام، فلسطین اور مصر کے علاقے شامل تھے۔[3] دارالخلافہ کے منتقلی سے قسطنطین اعظم نے ایک طرف بازنطینی ریاست کی بنیاد رکھ دی تو دوسری طرف عوامی تائید اور سیاسی خلا کو پر کرنے کے لیے مسیحیت کو قبول کر کے سرکاری مذہب قرار دیا۔ جس نے ریاست بازنطین کو ہمیشہ کے لیے استحکام بخشا۔یوں ریاست اور مذہب کے باہمی تعاون سے عہد بازنطینی کا آغاز ہوا۔بازنطینی ریاست کا پہلا حکمران قسطنطین اعظم ۳۲۴-۳۳۷ءاورآخری حکمران قسطنطین یازدھم ۱۴۴۹-۱۴۵۳ءہے۔[4]

معاشرتی نظام:

بازنطینی معاشرہ مختلف طبقات پر مشتمل تھا۔جن میں ا۔حکمران واشراف، ۲۔افواج، ۳۔اہل کلیسا (مذہبی طبقہ) ۴۔زمیندار اور ۵۔غلام وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اس معاشرتی نظام میں حکمرانوں کی اولاد موروثی طور پر بادشاہ ہی بن جاتے۔چوتھی صدی عیسوی قبل یہ طبقات دولت کی بنا پر دوسرے اعلیٰ طبقے کی طرف منتقل ہوسکتے تھے لیکن بعد ازاں سرکاری طور پر ان مندرجہ بالا طبقات کے تبدیلی یا منتقلی کو روک دیا گیا۔معاشرتی طبقات کی بنیاد زمین کی ملکیت اور فوجی منصبوں پر رکھا گیا تھا۔ اگر کوئی شخص زمین یا فوجی منصب پر فائزنہ ہوتا تو اس کو ادنیٰ طبقے میں شمار کیا جاتا۔

معاشرتی تین طبقات:

عمومی طور پر یہ معاشرہ تین طبقات میں منقسم تھا۔ا۔اعلیٰ طبقہ ۲۔متوسط طبقہ ۳۔ادنیٰ طبقہ

اعلیٰ طبقہ:

حکمران، مخصوص دولت مند لوگ ،ریاست کوچلانے والے جیسے سرکاری عہدیدار، سنیئر فوجی عہدیدار، اور بڑے زمینوں کے ملکیت رکھنے والے مالکان اس طبقے میں شامل تھے۔

متوسط طبقہ:

اجر، سوداگر، صنعت کار، درمیانے درجے کے زمین رکھنے والے مالکان اس طبقے میں شامل تھے۔

ادنی طبقہ:

اس طبقے میں مزدور کار، مذہبی خدام اور غلام شامل ہوتے۔

ہر طبقہ اپنے دائرہ کار میں مہارت رکھتا۔ وہ دوسرے طبقات کی طرف منتقل نہیں ہوتے۔ یہ ریاست کے حکمران کی طرف سے مقرر شدہ طبقات ہوتے۔ جس میں غلام طبقات بادشاہوں کے خدمت گذار ہوتے، یہ غلام چھوٹے زمینوں کے مالک بھی ہوا کرتے۔ [5]

حکمران واشراف :

حکمرانی کا مقصد صرف حصول بادشاہت تھا۔ جس کے اختیارات لامحدود ہوتے تھے۔ ریاست کے تمام سیاسی اداروں اور مذہبی مناصب پر عزل و نصب حکمران ریاست کی ذات سے وابستہ ہوتی تھی۔ ریاستی ادارے ان کے لیے برائے نام تھے۔ جیسے امراء کی مجالس وغیرہ۔ یہ حکمران طبقہ ریاست کے رعایا سے ٹیکس وصول کر کے اپنے لیے تفریح کا سامان پیدا کرتا۔ جب کہ دوسری طرف رعایا غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو فروخت کر کے اپنا قرض ادا کرتے تھے۔ ان حکمرانوں کو اپنے رعایا سے شفقت و محبت کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ ریاست کے لوگ بادشاہ کی خوشامدی کرتے اور اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔ رعایا حکمرانوں کو سجدے کرتے۔ اس کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔ جب کوئی شخص دربار میں حاضر ہوتا تو اسے یہ رسم پوری کرنی پڑتی تھی۔ عہد باز نطینی کے حکمران خاندان میں ہراکلی، ایساعوری، آموری، باسلی اور کومنینی شامل تھے۔ یہ خاندان تقریباہر نسل کے پانچ یاچار نسلوں کے اقتدار پر رہے۔ ان میں ایسے حکمران بھی تھے جن کی حکومتیں ان کی نابالغی میں ہی ختم ہوئی۔ ان کی حکومتیں بہت تیزی سے بدلتی گئیں۔ یہ حکمران اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہو جاتے تھے۔ ذاتی طور پر بڑے ظالم تھے۔ رعایا ان حکمرانوں کے خلاف ہنگامے کرتی۔ مگر عوام کو کوئی آزادی حاصل نہ تھی۔ ان حکمرانوں کی حکمت عملیاں بھی خود غرضیوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔[6]

مذہبی طبقہ:

باز نطینی معاشرہ ایک مسیحی معاشرہ تھا۔ جس نے مسیحیت کو رومن دور میں قبول کر لیا تھا۔ لیکن یہ معاشرہ ہلینک اثرات کا حامل تھا۔ ہلینک معاشرہ دیویوں اور دیوتاؤں پر یقین رکھتا تھا۔ ہر دیوی اور دیوتا ایک "انسان" ۔خدا (Man-God) تھا۔ جسے معاشرے نے الوہیت کے مرتبے تک پہنچادیا تھا۔ ہر الہ کسی نہ کسی الہ کا بیٹا ہوتا تھا۔ الہ کا بیٹا انسان کی صورت مرتا اور دوبارہ زندہ ہو جاتا تھا۔ ہیلینک سے " قبل مینوئی" معاشرہ میں بھی یہی عقائد تھے۔ جس کا مقدس نشان دوہری کلہاڑی تھی۔ جس میں دیوتا"زیریوس (Zarious) "اور اس کا بیٹا بھی خدا تھا جو مر کر زندہ ہوا تھا۔ مسیحیت قبول کرنے کے بعد باز نطینی معاشرے میں فرق صرف اتنا پڑ گیا کہ قدیم دیوتاؤں کی جگہ مسیح نے لے لی اور دوہری کلہاڑی کی جگہ صلیب نے۔[7]

ریاست میں قبل از مسیحیت کے لوگوں کی وفاداریاں شہنشاہ کے ساتھ وابستہ تھی۔ مسیحیت سے قبل شہنشاہ پرستی میں عوام کے ذہنوں میں احترام اور تقدس شہنشاہ کو حاصل تھا، قبول مسیحیت کے بعد پوپ کی طرف منتقل ہوا۔ سورج پرستی کے سابقہ عقیدے نے عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادی تھی کہ شہنشاہ خدا کا نائب ہوتا ہے اور اسے

حکومت کرنے کا آسمانی حق حاصل ہے۔اس طرح مسیحیت قبول کرنے کے بعد ان عقائد یعنی شہنشاہ پرستی پوپ نے لے لی اور جس سے پوپ زمین پر خدا کا نائب بن گیا جس سے حکومت کرنے کا حق خداوند کے نائب کو حاصل ہوگیا۔[8] مسیحیت کو قسطنطین اعظم کے دور میں استحکام ملا۔ پوری ریاست میں چرچ کے نمائندے سرکاری اہل کاروں کی طرح ہوتے تھے۔ عوام کو چرچ پر پورا اعتماد تھا۔ اس وقت چرچ ہی میں عوام اور ریاست کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ جب ریاست میں سیاسی ابتری پھیل گئی تو اس وقت مسیحیت ہی نے ریاست کو استحکام بخش کر سیاسی خلا کو پر کیا تھا۔[9]

شہنشاہ قسطنطین نے چرچ کو ان خدمات اور معاونت پر انتہائی مراعات سے نوازا۔ چرچ نے بھی شہنشاہ کے خدمات میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ سرکاری سرپرستی حاصل ہونے پر چرچ ایک نہایت مضبوط اور طاقتور ادارہ بنا۔ جس نے اپنے جھنڈے، ذرائع معاش، مالیات، قوانین، عدالت، پولیس اور جیل خانے بناڈالیں۔ اس طرح چرچ ریاست کے اندر ایک متوازی ریاست بن گیا تھا۔ جس کے اختیارات میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا تھا۔[10]

بعد کے ادوار میں چرچ کی طاقت میں مزید اتنا اضافہ ہوا کہ حکمران اور اس کے خاندان کے علاوہ ہر شخص اس طبقہ کے رحم و کرم پر تھا۔ چرچ اگر کسی کو خارج کر دینا چاہتا تو شہنشاہ بھی کچھ نہ کر سکتا۔ چرچ مخالفین کی فہرست شائع کرتی تو لوگ اس کا جینا حرام کر دیتے۔ مخالفین کے جنازے میں بھی کوئی شرکت نہیں کر سکتا۔ اس آمرانہ قوت نے ہر شخص کو چرچ کے در پر سجدہ ریز ہونے کے لیے مجبور کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ یہ طبقہ بعد میں بادشاہت دینے اور لینے ،امن قائم کرنے، امن ختم کرنے اور ایک ملک کا دوسرے ملک پر حملہ آور ہونے کا حکم جاری کرتا۔ اس طبقے نے نہ صرف معاشرتی تفاوت کو بر قرار رکھا بلکہ خود بھی ایک استحصالی صورت اختیار کرلی۔

معاشرے کے غلام، کسان اور مزدور طبقوں کو یہ توقع تھی کہ ان کا اقتدار آنے کے بعد جبر واستبداد اور استحصال کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن چرچ خود استحصالی نظام کو بر قرار رکھنے اور اس کا جواز پیش کرنے میں شریک ہوا۔ زندگی کے ہر میدان میں چرچ کی اجارہ داری رہی۔ علم و فکر سب پر چرچ کا تسلط تھا۔ ایسے علوم کا حصول ممنوع تھا جس کو چرچ کی اجازت نہ تھی۔ معاشرے کی ضرورت کو پورا کرنے میں جب چرچ مددگار ثابت نہ ہوا تو اصلاحات کا مطالبہ کیا گیا لیکن چرچ خود کو تنقید سے بالاتر سمجھتا۔ جب اصلاحات کے مطالبے کو سختی سے دبایا گیا تو مذہبی اصلاحی تحریکوں میں اور زور پیدا ہوا۔ معاشرتی طبقات کی پشت پناہی پر کیتھولک چرچ کے خلاف پروٹسنٹ چرچ نمودار ہوا۔[11]

غلام:

بازنطینی معاشرے میں سب سے نچلا طبقہ غلاموں کا تھا۔ لیکن اس طبقے کو ریاست میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل تھی۔ ریاست میں زراعت کا کام ان سے لیا جاتا تھا۔ فوج کے لیے اسلحہ کی تیاری، کان کنی، کچے دھاتوں کا نکالنا، اسے پگھلانا، گڑھنا اور ہتھیار بنانا، یہ طبقہ کرتی تھی۔ ریاست میں شاہراہوں اور عمارات کی تعمیر جن میں

اکھاڑے، غسل خانے، نہریں انہی کی محنت کا نتیجہ ہوا کرتی تھی۔ تجارتی سرگرمیوں میں یہی طبقہ قافلوں کا سامان لے جایا کرتی تھی۔ اس کے علاوہ بندرگاہوں پر بار برداری، نقل و حمل کا کام کرتے تھے۔ ہر میدان میں غلاموں کا تناسب آزاد شہریوں کے مقابلے میں زیادہ تھا۔ مگر اس طبقے کی نسل کو ریاست میں بڑھنے نہیں دیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ معاشرے میں جذب ہو کر شہریت کا دعویٰ نہ کرسکیں۔[12] اس لیے ریاست اس طبقے کو درآمد کرنے کا محتاج ہوتا تھا۔ غلاموں سے عمر بھر کام لیا جاتا تھا۔ انہیں جانوروں کی طرح پابہ زنجیر رکھا جاتا تھا۔ ایک فرد کے پاس غلاموں کی فوج ہوا کرتی تھی۔ جس کی کمائی کے بل بوتے پر وہ زندہ رہتے تھے۔ مگر ان غلاموں کو انسانی حقوق حاصل نہیں ہوتے تھے۔ غلاموں میں روح کا ہونا بھی نہیں مانا جاتا تھا۔[13]

اسی معاشرت پر روشنی ڈالتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں مقالہ Justinian تحریر کیا گیا ہے۔"باز نطینیوں کی معاشرتی زندگی میں بڑا تفرق پایا جاتا تھا۔ مسیحیت کو ماننے والے تھے، ترکِ دنیا اور رہبانیت ان کی عبادت تھی۔ معاشرے کا ہر فرد مذہبی مباحثوں میں دلچسپی سے حصہ لیتا تھا۔ اس کے ساتھ یہ لوگ باطنیت اور پراسرار پسند تھے۔ یہ لوگ کھیل تماشوں کے شوقین بھی تھے۔ کھیل کے لیے بڑے بڑے میدان ہوتے تھے جس میں اسی (۸۰) ہزار افراد کو بیٹھنے کے لیے جگہ ہوتی تھی۔ اس میدان میں رتھوں کی دوڑ کے زبردست مقابلے ہوا کرتے تھے۔ باز نطین کے عوام کو دو گروہوں "نیلے" اور "سبز" میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ان کے کھیل کود اور تماشے خونریزیوں اور اذیتوں سے بھری ہوتی تھی۔ عوام کی زندگیاں اذیتوں جب کہ ان کے حکمرانوں واشراف کی زندگیاں عیش و عشرت، سازشوں، تکلفات اور برائیوں سے مرکب تھی۔"[14]

فوجی نظام:

باز نطینی ریاست میں باقاعدہ منظم فوجی نظام موجود تھا۔ فوج دو حصوں میں منقسم ہوتا تھا۔ ایک فوج بیرون اور دوسرا فوج اندرون

(۱) فوج بیرون:

فوج کا بیرونی حصہ مستقل طور پر سرحدوں پر موجود رہتا تھا۔ اس حصے کو کولمیتانی یعنی سرحدی یاریپانسیں یعنی ساحل کی محافظ فوج کہتے تھے۔[15] دوسرا فوج بیرون دریائے رائن اور دریائے ڈینیوب کے فوجیوں کے فوجیوں بھی کہا جاتا تھا۔ یہ افواج لشکر گاہوں یا قلعوں اور حصاروں میں مستقل طور پر رہائش پذیر رہتی تھی۔ یہ لشکر گاہیں اور حصار بڑھتے بڑھتے فوجی چھاؤنیوں سے شہر میں تبدیل ہو جاتے تھے۔ ریاست کے افواج کا تبادلہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس لئے فوج کے جس حصے میں اگر باپ ملازم ہوتا تو اسی حصے میں اس کے بیٹے بھی فوجی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ سرحدی حصہ پر متعیّن فوج کی مدت ملازمت ۲۴ سال مقرر تھی۔ کولمیتانی فوج عسکری خدمات کے ساتھ کاشتکاری بھی کیا کرتے تھے۔[16]

(۲) فوج اندرون:

فوج کے اندرونی حصہ ملک کے اندرونی انتظام کے لیے موجود ہوتا تھا۔ اس فوج کو نیومیری کہتے تھے

۔اس فوج کی مدت ملازمت ۲۰ سال تھی۔اس فوج میں پالاتینی فوج جو قدیم فوج پریطوریان کا جانشین تھی۔بہت سی فوجی رجمنٹ پر مشتمل تھیں۔
جن کے نام یہ ہیں۔ا۔لاریس، ۲۔پروٹکٹوریز اور ۳۔دومیس تیکی ان افواج کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ شہنشاہ کی ذات کی حفاظت کرے۔اندرونی فوج کے اکثر حصے کومٹیا ٹیسیز کہلاتے۔یہ فوج ریاست کے اندرونی قلعوں میں رہتی تھی۔[17] فوجی کمانڈروں کا خطاب ڈیوک اور کاونٹ ہوتا تھا۔کاونٹ کا درجہ ڈیوک سے بڑا تھا۔[18]

ہیڈ کواٹر :

کانسٹینی نوپل (قسطنطنیہ)

بازنطینی فوج قدیم رومی فوج کے اصولوں پر قائم تھی۔یہ اپنے زمانے کی سب سے منظم اور طاقتور عسکری قوت تھی۔جو دنیا میں صدیوں تک باقی رہی۔بازنطینی افواج قدیم روم کے افواج کے طرز پر تربیت اور اسلحہ کے لحاظ سے مسلح رہی۔بنیادی طور پر ساتویں صدی تک یہ افواج قدیم رومی افواج کا تسلسل رہی۔آٹھویں صدی کے بعد یہ افواج نئے چیلنج اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے نئے قوانین جنگ اختیار کرلیتی ہیں۔پھر بھی یہ افواج قدیم رومی عسکری طریقوں اور قواعد پر ریاست بازنطین کے زوال تک عمل پیرا رہی۔[19]

فوج کا اسلحہ اور لباس:شاہی افواج:

شاہی افواج بھاری اسلحہ سے مسلح ہوا کرتی۔جن کی قوت انہی اسلحہ پر منحصر تھی۔ان کے اسلحہ میں کھلا سرپوش ، بڑی ڈھال، سینہ بند یا کوٹ ،ٹانگوں پر حفاظتی پیڈ،ڈھال ۔جو لمبوتری یا بیضوی شکل کے ہوتے۔ یہ تقریباً چار فٹ لمبا اور اڑھائی فٹ چوڑا ہوتا۔ہر فوجی کے ساتھ چھ فٹ لمبا برچھا جو ہر ہلکے برچھے کے علاوہ ہوتا۔جس کا سر اٹھارہ انچ لمبے نوکدار لوہے کا بنا ہوتا۔یہ عام ہلکے برچھوں کے علاوہ ہوا کرتا تھا۔دو دھاری تلوار جو فوری حملے یا غنیم کو پسپا کرنے کے لیے استعمال میں لائے جاتے۔فوجی کا جسم کم کھلا ہوتا جس کے سبب دشمن کو مقابلے میں زیادہ سے زیادہ زخمی کیا جاسکتا۔

فوجی آٹھ قطاروں میں کھڑے ہوتے۔قطاروں کے درمیان کا فاصلہ تین فٹ کا ہوتا۔دوران جنگ بھی فاصلہ قائم رکھتے۔اتنی جگہ ہوتی کہ وہ باآسانی اسلحہ سمیت حرکت کرسکے۔سپاہی بھی تبدیل ہوتے رہتے تھے۔فوجی لشکروں کے ساتھ منجنیق بھی ہوا کرتی تھی۔جن میں دس بڑے اور پچپن چھوٹے منجنیق ہوتے تھے۔جن سے پتھر یا گولے پھینکے جاتے تھے۔لشکر کا پڑاؤ قلعہ بند شہر کی طرح ہوا کرتا تھا۔جو میدان میں مربع کی شکل کی طرح نظر آتا۔لشکر کے درمیان فوجی کمانڈر کا دفتر ہوا کرتا تھا۔جو دوسروں سے بلند نظر آتا۔رسالہ،پیدل فوج،اضافی ملازمین اپنی اپنی مقرر کردہ جگہوں پر قیام کرتے۔پڑاؤ کے گرد جنگلے اور خندق کھودی جاتی تھی۔لشکر کا پڑاؤ بگل بجاکر ختم کردیا جاتا۔جنگ کی حالت میں تیر انداز اور ناخن بردار آگے رہتے۔معاون دستے ہراول مقامات پر پہنچ جاتے تھے ۔ان فوجی لشکر میں رسالہ میسرہ اور میمنہ میں حرکت میں آجاتا۔جب کہ فوجی مہندس پیچھے رکھے جاتے تھے۔[20]

بحری افواج:

بازنطینی فوج میں بری فوج کے علاوہ بحری فوج کا بھی اہم کردار رہا ہے۔ جو بحر متوسط، ڈینیوب اور بحر مردار میں موجود رہتی۔ یہ فوج بھی پرانے روم کے بحری فوج کا تسلسل تھی، جس نے ۳۳۰ء سے لے کر ۱۴۵۳ء تک ونڈال، اوسٹر گاتھ، سلاویک، فارس، مسلم خلافت، بلغریہ، روس، نارمن، کروسڈ، سلجوق اور عثمانیوں کے ساتھ جنگوں میں مقابلہ کیا۔ بحری فوج کا کمانڈر بھی بازنطینی شہنشاہ ہوتا تھا۔ اس فوج کا مرکزی دفتر قسطنطنیہ تھا۔[21]

حالت جنگ میں فوج کی اخلاقی حالت:

بازنطینی ریاست کے افواج اخلاقی تربیت کے حامل نہ تھے۔ ان میں فوجی تربیت، آداب جنگ کی تعلیم اور عسکری نظم وضبط قائم رکھنے کا کوئی بندوبست نہ ہوتا تھا۔ جنگ کے موقعوں پر حملے کا مقصد صرف مخالف قوم کو تہس نہس کرنا، عیاشیوں کے لیے مال ودولت کو جمع کرنا، خدمت کے لیے غلاموں لونڈیوں کی فراہمی جب کہ شہوت رانی کے لیے خوبصورت لڑکیوں کو حاصل کرنا تھا۔[22]

حالت جنگ میں افواج کے لیے کوئی ہدایت اخلاق مقرر نہ تھے یہ افواج اپنے مخالف کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں کو ہلاک کر دیتے تھے۔ جانوروں، درختوں، مندروں الغرض ہر چیز کو تباہ وبرباد کر دیتے تھے۔ وہ مخالف قوم وریاست سے ہر چیز کو لوٹ لیتے تھے اور جن چیزوں کو وہ نہ لوٹ سکتے ان کو جلا کر راکھ کر دیتے تھے۔[23] ان حکمرانوں کے سامنے بھی جنگ کا کوئی خاص مقصد یا اعلیٰ نصب العین نہیں ہوتا تھا۔ ان کے جنگوں کا مقصد اپنے مخالف کو نیچا دکھانا یا تباہ کر دینا ہوتا تھا۔ مثلاً عہد جسٹینین میں ونڈ والوں پر بازنطین کے افواج نے جب حملہ کر دیا تو پوری قوم کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جنگ سے قبل اس قوم کے سولہ (۱۶) ہزار مرد تھے جب کہ اس کے علاوہ بچوں، عورتوں اور غلاموں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد آباد تھی مگر جب بازنطینی افواج نے ان کو مغلوب کر لیا تو کسی فرد کو زندہ نہ چھوڑا۔

ایڈورڈ گبن کے مطابق اس علاقے کو ایسا تباہ کر دیا گیا تھا کہ جب کروپیوس نے اس علاقے کی سیر کی تھی تو اس کی آبادی کی کثرت، تجارت اور زراعت کی فراوانی کو دیکھ کر حیران تھا مگر بیس (۲۰) سال سے کم عرصے میں یہ گہما گہمی ویرانی میں بدل گئی اور پچاس لاکھ کی آبادی جسٹینین کے حملوں کی وجہ سے فنا ہو گئیں۔[24] گاتھوں کے ساتھ بھی اس طرح ظالمانہ سلوک کیا گیا تھا۔ جب ان کا بادشاہ ٹوٹیلا میدان جنگ میں زخمی ہو کر بھاگا اور کسی دور مقام پر مر گیا تو بازنطینی فوجیوں نے اس کو تلاش کر لیا۔ پھر اس کو برہنہ کر کے اس کے خون آلود کپڑوں کو تاج کے ساتھ جسٹینین کے دربار میں تحفہ کے طور پر بھیج دیا۔[25]

اسیرانِ جنگ کے ساتھ سلوک:

بازنطینی ریاست میں سب سے زیادہ بدترین سلوک اسیرانِ جنگ کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ اس ریاست کے قوانین میں اسیرانِ جنگ کو قتل کرنے یا غلام رکھنے کے سوا کوئی تیسری صورت موجود نہ ہوتی تھی۔ جنگی قیدیوں کی

زندگیوں کا مقصد ہی ان کی غلامی کرنا تھا۔ معاشرے میں ان کے لیے کوئی مقام نہ ہوتا تھا۔ غلاموں کے لیے نہ کوئی حقوق ہوتے اور نہ ہی ان کی جان کی کوئی قدر قیمت ہوتی۔ ان کی زندگی کا مقصد یہ ہوتا کہ وہ اپنے مالک کی ہر خواہش کو پورا کریں۔ فیرر کے مطابق "وہ ذلت کے بچپن، مشقت کی جوانی اور بے رحم تغافل کے بڑھاپے میں پیدائش سے موت تک کا مراحل طے کرتے تھے۔[26]

بازنطینی قوانین غلاموں کے لیے اتنے سخت ہوتے اگر غلام اپنے مالک پر دست درازی کرتا۔ تو اس کو اور بعض اوقات اس کے سارے خاندان کو سزائے موت دی جاتی۔ جب ۶۱۲ء میں ہرقل کی بیوی یوڈوکسیا مر گئی تو اس کا جنازہ قبرستان لے جاتے ہوئے اتفاق سے ایک لونڈی نے اس کی مشایعت کرتے ہوئے زمین پر تھوک دیا۔ اس جرم میں اسے فوراً گرفتار کر کے قتل کر دینے کا حکم دیا گیا۔ [27]

سفراء پر ظلم وستم:

سیاسی مفکرین سفراء کے احترام کو ضروری مصالح سمجھتے ہیں۔ لیکن بازنطینی ریاست میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ جب ایران کے حکمران روم کے حکمران سیوروس اسکندر کے شاہی دربار میں اردشیر کے سفراء یہ پیغام لے کر جاتے ہیں کہ "ان کو صرف یورپ پر قناعت کرنا چاہیے اور شام داناطول کو ایرانیوں کے لیے چھوڑ دینا چاہیے" ۔ تو اس بات پر وہ غصہ ہو جاتا ہے سفراء کو قید خانے میں ڈال دیتا ہے۔[28]

بدعہدی:

بازنطینی حکمران عہد وپیماں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ ضرورت کے وقت ان کے سامنے عہد کوئی چیز ہی نہیں تھی۔ ان کی تاریخ میں کئی مثالیں ہیں۔ خود جسٹنین جو ان سب میں اچھے حکمران تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ۵۷۱ء میں ایلخانِ اتراک نوشیروان سے ناراض ہوتا ہے تو جسٹنین سے صلح کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ وہ بھی ساسانی ریاست کو نیچا دکھانے کے لیے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے معاہدہ صلح کو توڑ دیتا ہے۔ ۵۷۲ء میں نوشیر ان کے ساتھ جنگ شروع کر دیتا ہے۔ [29]

مذہبی مظالم:

بازنطینی ریاست نے مذہبی مظالم وستم روا رکھا تھا۔ جب فاتح ہو کر کسی ملک میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مذہب کو زیادہ مظالم کا نشانہ بناتے تھے۔ ان کے یہ مذہبی مظالم نہ صرف اپنے ریاست کے اقلیتوں کے ساتھ ہوتے بلکہ اپنے مذہب کے دوسرے فرقوں کے ساتھ بھی ہوتے تھے۔ مثلاً جب ہرقل نے ایران پر شمال کی جانب سے حملہ کر دیا تو مجوسیوں کے آتش کدوں کو مسمار کر دیا۔ زرتشت کے جائے مولد ارمیاہ کو سب سے زیادہ تباہ کر دیا تھا۔ غرض زرتشت مذہب کے توہین وتذلیل میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔[30]

حوالہ جات

---

[1]یونانیوں نے جب نو آبادیاں قائم کی تو اہل میگارا(جنوبی یونان) نے ایک بستی آبنائے باسفورس کے ساتھ آباد کیا، جو ایشیائی ساحل پر واقع تھی۔بیزاس(Byzas) شاہ میگارا نے قسطنطنیہ کے مقام پر ایک نئی بستی تعمیر کی جس کا نام بازنطیم رکھا۔ ہیرلڈ لیم، قسطنطنیہ، مترجم: غلام رسول مہر، فکشن ہاؤس،۱۸۔مزنگ روڈ،لاہور،۱۹۹۹ء، ص ۱۲

www.newworldencyclopedia.org/entry/Constantinople,

www.sephardicstudies.org/istanbul.htm

[2]پیلہم، ایچ۔ایف، تاریخ روما، مترجم: حمید احمد انصاری، مسجل جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ دارالطبع سرکار عالی حیدر آباد دکن، ۱۹۲۲ء، ص ۵۸۸۔

David, William, Hundred Historical Events, Translator:s Ghulam Rasool Mehr,PP.20,21. [3]

ancienthistory.about.com/od/mapsgreeceparts/g/052308...

[4] Venning,timothy,A Chronology of the byzantine empire, Palgrave Macmillan,Houndmills, Basingstoke, Hampshire RG21 6XS and 175 Fifth Avenue, New York,First published 2006,p737,740

[5] http://www.byzantineplymouth.weebly.com/social-hierarchy.html

[6] Gibbon,Edward,The Decline and fall of the Roman Empire,vol III, PP526

[7] Toynbee A.J.; A Study of History, 7thed,london,1956, vol.1,pg.95

[8] http://www.ebooks.rahnuma.org/religion/Christianity Ancient_SunWorship_and _Its_Impact_on_ Christianity.pdf

[9]Firth ,John B, Constantine The Great,pp334,335

1http://www.A.A.Vasiliev.History of the Byzantine empire.pdf pg1

[10] Gibbon,Edward,The Decline and fall of the Roman Empire,vol 1,pp671-681

The concise Encyclopeadia of the living faiths; p.118 [11]

Toynbee,A.J,A Study of History,Oxford University Press, ,1956,Vol.V!,p.228

[12] Cf.Cameron;Humanity and Society,Pp.176

http://www.en.wikipedia.org/wiki/Slavery_in_the_Byzantine_Empir

[13] Niggers have no Souls",quoted by toynbee :A.J.; A Study of History,vol 1,pg.152/Jane F. Gardner. "Slavery and Roman Law," in The Cambridge World History of Slavery. Cambridge University Press.2011. vol. 1, p. 429

[14] Ferguson,wallace k, A Servery of European Cilvilization, hughton, Mifflin Company Boston,The Ribersive Press Cambridge,3rd ed,1952, pg125,126
Alan Cameron, Circus Factions: Blues and Greens at Rome and Byzantium (Oxford: http://wwwww.britannica.com/biography/Justinian-I:Clarendon Press, 1976), pp. 310-311
http://www.byzantineplymouth.weebly.com/social-hierarchy.html

[15] Firth ,John B, Constantine The Great,Pp.337

[16] Ibid

[17] Ibid

[18] Ibid

[19] http://www.Byzantinearmy.org

[20] http://www.roman-empire.net/army/army.html

[21] http://www.wow.com/wiki/Byzantine_navy

[22] Abu Al Hassan,Syed, Insani dunia par Musalmano ki urooj o zawal ka Asar,Pp.36
http://www.Byzantinearmy in Byzantium Novum

[23] Urdu,Encyclopaedia of Islam,The University of Punjab,Lahore,1973 ,Vol.X,pp. 600

[24] Finlay,George,Greece Under TheRomans,Pg232-236

[25] Gibbon,Edward,The Decline and fall of the Roman Empire,Selected chapters,pp.662-664.

[26] Rev Cutt,Contantine the Great,p.57
http://www.byz antinemilitary.blogspot.com

[27]http://ww w.byzantinemilitary.blogspot.com
http://www.geni.com/people/Fabia-Eudokia/6000000003645870876

[28] Sykes, ,Sirpercy,History of Persia,3rd ed,London,1958 ,vol.1,pg.426

[29] Ibid,pp476-485

[30] Previte-Ortan,C.W,The Shorter Cambridge Medival History, Cambridge at the University Press,New York, 1952,Vol.1, pp. 206,207